النور انٹرنیشنل

فروری ۲۰۱۵ء

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا بین الاقوامی ترجمان

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، نہ نیا نہ پُرانا

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اعلانات اور خبریں

اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

سرینگر

محترم حاجی یحیٰی خان تارین، برادر محترم ڈاکٹر خورشید عالم تارین صاحب، مترجم قرآن ہندی، ۲۳ جنوری ۲۰۱۵ء بروز جمعہ، وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے اور ہسپتال میں داخل تھے۔ دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ اُنہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل۔ آمین

انگلستان

محترمہ مسز ناصرہ طفیل صاحبہ شدید علیل ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔ محترمہ مولانا شیخ محمد طفیل مرحوم کی اہلیہ ہیں۔ جب مولانا میاں محمد ٹرسٹ کی ماتحتی میں ہالینڈ تشریف لے گئے تو وہ بھی اُن کے ساتھ تبلیغ اسلام کی مساعی میں حصہ لینے اُن کے ساتھ گئیں۔ اِس کے بعد جب ڈاکٹر محمد عبداللہ کی وفات پر مولانا ووکنگ تشریف لے آئے تو محترمہ مولانا کے ساتھ شاہجہان مسجد ووکنگ میں رہائش پذیر ہوگئیں۔ محترمہ کافی عرصہ سے بیمار ہیں۔ اُن کے صاحبزادی روحی اور اُن کے داماد مُبارک اُن کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ اللہ اُنہیں جزا دے اور محترمہ مسز طفیل ناصرہ صاحبہ کو جلد از جلد صحت کاملہ سے نوازے۔ آمین

نشریات

وقت بمطابق برٹش ونٹر ٹائم

www.virtualmosque.co.uk پر

جمعہ: ۱۳:۰۰ بجے

درس: بعد از جمعہ ۱۴:۰۰

ماہانہ مجلس: ۱۵:۰۰

SKYPE

عیدین: ۱۱:۰۰ بجے اور پنجاب ریڈیو (سکائی چینل ۰۱۳۰) پر ۱۳:۰۰ تا ۱۴:۰۰ بجے

ہر اتوار: ۰۹:۰۰ بجے

سکائپ آئی ڈی: Lahori-Ahmadi

کینیڈا

محترم میر فیصل صاحب جنہوں نے عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (شاخ انگلستان) جماعت میں شمولیت حاصل کی وہ اب کینیڈا مُنتقل ہو گئے ہیں اور وہاں اُنہوں نے فزکس میں پوسٹ پی ایچ ڈی تحقیق شروع کر دی ہے۔ اور اِسی سلسلے میں اُنہوں نے بلیک ہولز پر دوسرے محققین کے ساتھ مل کر ایک عالمانہ مقالہ شائع کیا ہے۔ یہ ایک زبردست کامیابی ہے اور جماعت انہیں اس پر بہت بہت مُبارک پیش کرتی ہے اور دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں مزید کامیابیاں عطا فرمائے۔ (آمین)

ہالینڈ

درخواستِ دُعا

احباب کوعلم ہے کہ جناب سانتو صاحب جو یورپ کے لئے مرکز کے نمائندہ ہیں وہ بیمار ہیں اور پچھلے بہت ماہ سے کیموتھیراپی کروا کر رہے ہیں۔ اطلاع ہے کہ اُن کی صحت پہلے سے بہتر ہے۔ درخواست ہے کہ احباب سانتو صاحب کی مکمل صحت کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ یادرہے کہ کینسر سے بیمار ہونے کے باوجود انہوں نے برلن مسجد کی تعمیر کی ۹۰ سالہ تقریبات کے انتظام میں بڑی تندہی سے حصہ لیا تھا۔

کلامِ امامؒ

ہم نے اپنے مخالف الرائے مولوی صاحبوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ممات کے بارے میں صرف ایک ہی سوال کیا تھا۔ اگر ایمانداری سے اس سوال میں غور کرتے تو ان کی ہدایت کے لئے ایک ہی سوال کافی تھا مگر کسی کو ہدایت پانے کی خواہش ہوتی تو غور بھی کرتا۔ سوال یہ تھا کہ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت دوجگہ توفی کا لفظ استعمال کیا ہے اور یہ لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی قرآن کریم میں آیا ہے اور ایسا ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا میں بھی یہی لفظ اللہ جل شانہ نے ذکر فرمایا ہے اور کتنے اور مقامات میں بھی موجود ہے۔ اور ان تمام مقامات پر نظر ڈالنے سے ایک منصف مزاج آدمی پورے اطمینان سے سمجھ سکتا ہے کہ توفی کے معنے ہر جگہ قبض روح اور مارنے کے ہیں نہ اور کچھ۔ کتب حدیث میں بھی یہی محاورہ بھرا ہوا ہے۔ کتب حدیث میں توفی کے لفظ کو صدہا جگہ پاؤ گے مگر کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ بجز مارنے کے کسی اور معنے پر بھی استعمال ہوا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر ایک اُمّی آدمی عرب کو کہا جائے کہ توفی زید تو وہ اس فقرہ سے یہی سمجھے گا کہ زید وفات پا گیا۔ خیر عربوں کا عام محاورہ بھی جانے دو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات مبارکہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی صحابی یا آپ کے عزیزوں میں سے فوت ہوتا تو آپ توفی

کے لفظ سے ہی اس کی وفات ظاہر کرتے تھے اور جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو صحابہ نے بھی توفی کے لفظ سے ہی آپ کی وفات ظاہر کی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر کی وفات حضرت عمر کی وفات۔ غرض تمام صحابہ کی وفات توفی کے لفظ سے ہی تقریراً تحریراً بیان ہوئی اور مسلمانوں کی وفات کے لئے یہ لفظ ایک عزت کا قرار پایا تو پھر جب مسیح پر یہی وارد ہوا تو کیوں اس کے خودتراشیدہ معنے لئے جاتے ہیں۔ اگر یہ عام محاورہ کا فیصلہ منظور نہیں تو دوسرا طریق فیصلہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ جو مسیح کے متعلق قرآنی آیات میں توفی کا لفظ موجود ہے اس کے معنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے کیا کئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہ تحقیقات بھی کی تو بعد دریافت ثابت ہوا کہ صحیح بخاری میں یعنی کتاب التفسیر میں آیت **فلما توفیتنی** کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مارنا ہی لکھا ہے (طبرانی اور متدرک میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی وفات کی بیماری میں فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم ایک سوبیس برس تک جیتا رہا) اور پھر اسی موقعہ پر آیت انی متوفیک کے معنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے **ممیتک** درج ہیں یعنی اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اب ان حضرات مولویوں سے کوئی پوچھے کہ پہلا فیصلہ تو تم نے منظور نہ کیا مگر صحابہ کا فیصلہ اور خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قبول نہ کرنا اور پھر بھی کہتے رہنا کہ توفی کے اور معنے ہیں ایمانداری ہے یا بے ایمانی۔ ایسے تعصب پر بھی ہزار حیف کہ ایک لفظ کے معنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے بھی سن کر قبول نہ کریں بلکہ کوئی اور معنے تراشیں اور اس فیصلہ کو منظور نہ رکھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کر دیا ہے اور اپنی نزاع کو اللہ اور رسول کی طرف رد نہ کریں بلکہ ارسطو اور افلاطون کی منطق سے مدد لیں۔ یہ طریق صلحاء کا نہیں ہے البتہ اشقیاء ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہمارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے اور کوئی بڑھ کر شہادت نہیں ہمارا تو اس بات کو سن کر بند کانپ جاتا ہے کہ جب ایک شخص کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ پیش کیا جائے تو وہ اس کو قبول نہیں کرتا اور دوسری طرف بہکتا پھرتا ہے۔ پھر نہ معلوم ان حضرات کے کس قسم کے ایمان ہیں کہ نہ قرآن کریم کا فیصلہ ان کی نظر میں کچھ چیز ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ صحابہ کی تفسیر۔ یہ کیسا زمانہ آگیا کہ مولوی کہلا کر اللہ رسول کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ اور اگر بہت تنگ کیا جائے اور کہا جائے کہ جس حالت میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توفی کے معنے مارنا کر دیئے ہیں تو پھر کیوں آپ لوگ قبول نہیں کرتے تو آخری جواب ان حضرات کا یہ ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی پر اجماع ہو چکا ہے پھر ہم کیونکر قبول کر لیں مگر یہ عذر بھی بدتر از گناہ اور نہایت مکروہ چالاکی اور بے ادبی ہے۔ کیونکہ جس اجماع میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہیں بلکہ اس کے صریح مخالف ہیں وہ اجماع کے ساتھ اور کیا حقیقت رکھتا ہے۔ ما سوا اس کے اجماع کا دعویٰ بھی سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ دیکھو کتاب مجمع بحارالانوار جلد اول صفحہ ۲۸۶ جو اس میں حکما کے لفظ کی شرح میں لکھا ہے ینزل (ای ینزل عیسیٰ حکما ای حاکما بھذہ الشریعة لا نبیا والاکثران عیسیٰ لم یمت وقال مالک مات وھو ابن ثلث وثلثین سنة یعنی عیسیٰ ایسی حالت میں نازل ہوگا جو اس شریعت کے مطابق حکم کرے گا نہ نبی ہو کر۔ اور اکثر کا یہ قول ہے کہ عیسیٰ نہیں مرا۔ اور امام مالک نے کہا ہے کہ عیسیٰ مر گیا اور وہ تینتیس برس کا تھا جب فوت ہوا۔ اب دیکھو کہ امام مالک کس شان اور مرتبہ کا امام اور خیرالقرون کے زمانہ کا اور کروڑ ہا آدمی ان کے پیرو ہیں۔ جب انہیں کا یہ مذہب ہوا تو گویا یہ کہنا چاہئے کہ کروڑ ہا عالم فاضل اور متقی اور اہل ولایت جو سچے پیرو حضرت امام صاحب کے تھے ان کا یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ ممکن نہیں کہ سچا پیرو اپنے امام کی مخالفت کرے خاص کر ایسے امر میں جو نہ صرف امام کا قول بلکہ خدا کا قول رسول کا قول صحابہ کا قول تابعین کا تبع تابعین کا قول ہے۔ اب ذرہ شرم کرنا چاہئے کہ جب ایسا عظیم الشان امام جو تمام ائمہ حدیث سے پہلے ظہور پذیر ہوا اور تمام احادیث نبویہ پر گویا ایک دائرہ کی طرح محیط تھا جب اسی کا یہ مذہب ہو تو کس قدر حیا کے برخلاف ہے کہ ایسے مسئلہ میں اجماع کا نام لیں افسوس کہ حضرات مولوی صاحبان عوام کو دھوکہ تو دیتے ہیں مگر بولنے کے وقت یہ خیال نہیں کرتے کہ دنیا تمام اندھی نہیں کتابوں کو دیکھنے والے اور خیانتوں کو ثابت کرنے والے بھی تو اسی قوم میں موجود ہیں۔ یہ نام کے مولوی جب دیکھتے ہیں کہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے پیش کرنے سے عاجز آ گئے اور گریز گاہ باقی نہیں رہا اور کوئی حجت ہاتھ میں نہیں تو ناچار ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ ملا آن باشد کہ بند نشود اگرچہ دروغ گوید۔ یہ حضرات یہ بھی جانتے ہیں کہ خود اجماع کے معنوں میں ہی اختلاف ہے۔ بعض صحابہ تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ بعض قرون ثلاثہ تک بعض ائمہ اربعہ تک مگر

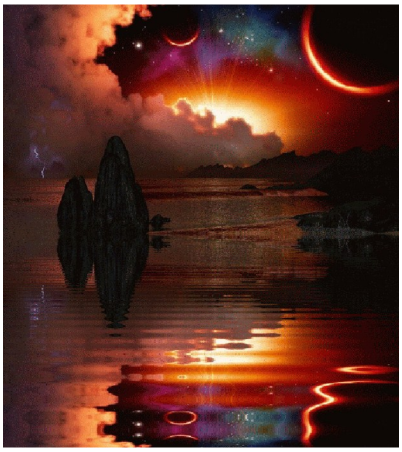

صحابہ اور ائمہ کا حال تو معلوم ہو چکا اور اجماع کے توڑنے کے لئے ایک فرد کا باہر رہنا بھی کافی ہوتا ہے چہ جائے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ جیسا عظیم الشان امام جس کے قول کے کروڑ ہا آدمی تابع ہوں گے حضرت عیسیٰ کی وفات کا صریح قائل ہو۔ اور پھر یہ لوگ کہیں کہ ان کی حیات پر اجماع ہے۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔ اور اجماع کے بارے میں امام احمد رضی اللہ عنہ کا قول نہایت تحقیق اور انصاف پر مبنی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے سچی اور کامل دستاویز قرآن اور حدیث ہی ہے باقی ہمہ ہیچ۔ مگر جو حدیث قرآن کی بینات محکمات کے مخالف ہوگی اور اس کے قصص کے برخلاف کوئی قصہ بیان کرے گی۔ وہ دراصل حدیث نہیں ہوگی کوئی محرف ہوگی اور اس کے قصص کے برخلاف کوئی قصہ بیان کرے گی۔ وہ دراصل حدیث نہیں ہوگی کوئی محرف قول ہوگا یا سرے سے موضوع اور جعلی۔ اور ایسی حدیث بلا شبہ رد کے لائق ہوگی۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے کہ مسئلہ وفات مسیح میں کسی جگہ حدیث نے قرآن شریف کی مخالفت نہیں کی بلکہ تصدیق کی۔ قرآن میں متوفیک آیا ہے حدیث میں ممیتک آ گیا ہے۔ قرآن میں فلما توفیتنی آیا۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی لفظ فلما توفیتنی بغیر تغیر وتبدیل کے اپنے پر وارد کر کے ظاہر فرما دیا کہ اس کے معنے مارنا ہے نہ اور کچھ اور نبی کی شان سے بعید ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زندہ اٹھا لینا ہو اسی کو اپنی طرف منسوب کر کے اس کے معنے مار دینا کر دیوے یہ تو خیانت اور تحریف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس گندی کارروائی کو منسوب کرنا میرے نزدیک اول درجہ کا فسق بلکہ کفر کے قریب قریب ہے۔ افسوس کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی ثابت کرنے کے لئے ان خیانت پیشہ مولویوں کی کہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی محرف القرآن ٹھہرایا بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة اللہ علی الخائنین الکاذبین یہ بات نہایت سیدھی اور صاف

تھی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت **فلما توفیتنی** کو اسی طرح اپنی ذات کو نسبت منسوب کر لیا جیسا کہ وہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تھی اور منسوب کرنے کے وقت یہ نہ فرمایا کہ اس آیت کو جب حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کریں تو اس کے اور معنے ہوں گے اور جب میری طرف منسوب ہو تو اس کے اور معنے ہیں۔ حالانکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت میں کوئی معنوی تغیر وتبدیل ہوتی تو رفع فتنہ کے لئے یہ عین فرض تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تشبیہ وتمثیل کے موقعہ پر فرما دیتے ہیں کہ میرے اس بیان سے کہیں یوں نہ سمجھ لینا کہ جس طرح میں قیامت کے دن **فلما توفیتنی** کہہ کر جناب الٰہی میں ظاہر کروں گا کہ بگڑنے والے لوگ میری وفات کے بعد بگڑے۔ اسی طرح حضرت حضرت مسیح بھی **فلما توفیتنی** کہہ کر یہی کہیں گے کہ میری وفات کے بعد میری امت کے لوگ بگڑے کیونکہ **فلما توفیتنی** سے میں تو اپنا وفات پانا مراد رکھتا ہوں لیکن مسیح کی زبان سے جب **فلما توفیتنی** نکلے گا تو اس سے وفات پانا مراد نہیں ہوگا بلکہ زندہ اٹھایا جانا مراد ہوگا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں موقعوں پر ایک ہی معنے مراد لئے ہیں۔ پس اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ جبکہ **فلما توفیتنی** کے لفظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ دونوں شریک ہیں گویا یہ آیت دونوں کے حق میں وارد ہے تو اس آیت کے خواہ کوئی معنے کرو دونوں اس میں شریک ہوں گے۔ سو اگر تم یہ کہو کہ اس جگہ توفی کے معنے زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے تو تمہیں اقرار کرنا پڑے گا کہ اس زندہ اٹھائے جانے میں حضرت عیسیٰ کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں کیونکہ آیت میں دونوں کی مساوی شراکت ہے۔

لیکن یہ تو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پا گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آپ کی قبر مبارک موجود ہے تو پھر اس سے تو بہر حال ماننا پڑا کہ حضرت عیسیٰ بھی وفات پا گئے ہیں۔ اور لطف تو یہ کہ حضرت عیسیٰ کی بھی بلاد شام میں قبر موجود ہے اور ہم زیادہ صفائی کے لئے اس جگہ حاشیہ میں اخویم حبی فی اللہ سید مولوی محمد السعیدی طرابلسی کی شہادت درج کرتے ہیں اور وہ طرابلس بلاد شام کے رہنے والے ہیں اور انہیں کی حدود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور اگر کہو کہ وہ قبر جعلی ہے تو اس جعل کا ثبوت دینا چاہئے۔ اور ثابت کرنا چاہئے کہ کس وقت یہ جعل بنایا گیا ہے اور اس صورت میں دوسرے انبیاء کی قبروں کی نسبت بھی تسلی نہیں رہے گی اور امان اٹھ جائے گا۔ اور کہنا پڑے گا کہ شاید وہ تمام قبریں جعلی ہی ہوں۔ بہرحال آیت **فلما توفیتنی** سے یہی ثابت ہوئے کہ مار دیا۔ بعض نادان نام کے مولوی کہتے ہیں کہ یہ تو سچ ہے کہ اس آیت **فلما توفیتنی** کے مارنا ہی معنے ہیں نہ اور کچھ لیکن وہ موت نزول کے بعد وقوع میں آئے گی اور اب تک واقع نہیں ہوئی۔

لیکن افسوس کہ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اس طور سے آیت کے معنے فاسد ہو جاتے ہیں کیونکہ آیت کے معنے تو یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ جناب الٰہی میں عرض کریں گے کہ میری امت کے لوگ میرے مرنے کے بعد بگڑے ہیں۔ یعنی جب تک میں زندہ تھا وہ سب صراط مستقیم پر قائم تھے اور میرے مرنے کے بعد میری امت بگڑی۔ نہ میری زندگی میں۔

سو اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی یہ بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ ان کی امت بھی اب تک بگڑی نہیں۔ کیونکہ آیت اپنے منطوق سے صاف بتلا رہی ہے کہ امت نہیں بگڑے گی جب تک وہ فوت نہ ہو جائیں اور فوت کا لفظ یا یوں کہو کہ مرنے کی حقیقت کھلی کھلی ہے جس کو سارا جہان جانتا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب ایک انسان کو فوت شدہ کہیں گے تو اس سے یہی مراد ہوگی کہ ملک الموت نے اس کی روح کو قبض کرکے بدن سے علیحدہ کر دیا ہے۔ اب منصفین انصافاً بتلاویں کہ حضرت عیسیٰ کی وفات پر اس سے زیادہ تر کیا ثبوت ہوگا اور کیا دنیا میں اس سے زیادہ تر منطقی فیصلہ ممکن ہے جو اس آیت نے کر دیا۔ پھر اس کے مقابل پر یہودیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی پاک کلام کو تحریف کرکے اور گندے دل کے ساتھ اپنی طرف سے اس کے معنے گھڑنا اگر فسق او رالحاد کا طریق نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ انصاف یہ تھا کہ اگر اس قطعی اور یقینی ثبوت کو ماننا نہیں تھا تو اس کو توڑ کر دکھلاتے۔ مگر ہمارے مخالفوں نے ایسا نہیں کیا اور تاویلات رکیکہ کرکے اور سچائی کے راہوں کو بکلی چھوڑ کر ہم پر ثابت کر دیا ہے کہ ان کو سچائی کی کچھ بھی پروا نہیں ہے۔

انہوں نے انکارِ حیاتِ عیسیٰ کو کلمۂ کفر تو ٹھہرایا مگر آنکھ کھول کر نہ دیکھا کہ قرآن اور نبی آخر الزمان دونوں متفق اللفظ واللسان حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔ امام مالک جیسے جلیل الشان امام قائل وفات ہوگئے۔ اور امام بخاری جیسے مقبول الزمان امام حدیث نے محض وفات کے ثابت کرنے کے لئے دو متفرق مقامات کی آیتوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ ابن قیم جیسے محدث نے مدارج السالکین میں وفات کا اقرار کردیا۔ ایسا ہی علامہ شیخ علی بن احمد نے اپنی کتاب سراج منیر میں ان کی وفات کی تصریح کی۔ معتزلہ کے بڑے بڑے علماء وفات کے قائل گذر گئے۔ پر ابھی تک ہمارے مخالفوں کی نظر میں حضرت عیسیٰ کی حیات پر اجماع ہی رہا۔ یہ خوب اجماع ہے۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے حال پر رحم کرے یہ تو حد سے گزر گئے۔ جو باتیں اللہ اور رسول کے قول سے ثابت ہوتی ہیں انہیں کو کلمات کفر قرار دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۔۔۔ان لوگوں کا رات دن کا وظیفہ گالیاں اور ٹھٹھا اور تکفیر ہے گویا کبھی مرنا نہیں۔ کبھی پوچھے جانا نہیں کہ تم نے کیوں مسلمانوں کو کافر کہا۔ خدا تعالیٰ سے لڑائی کر رہے ہیں ضد سے باز نہیں آتے۔ مگر ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوتی کہ مہدی معہود یعنی وہی مسیح موعود جب ظہور کرے گا تو اس وقت کے مولوی اس پر فتوائے کفر لکھیں گے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ لوگ فتویٰ لکھنے والے تمام دنیا کے شریروں سے بدتر ہوں گے اور روئے زمین پر ایسا کوئی بھی فاسق نہیں ہوگا جیسا کہ وہ اور ہرگز قبول نہیں کریں گے مگر نفاق سے۔ افسوس کہ ان سادہ لوحوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ جو شخص اللہ اور رسول کے قول کے مطابق کہتا ہے وہ کیونکر کافر ہوجائے گا۔ کیا کوئی شخص اس بات قبول کرلے گا کہ وہ ہزارہا اکابر اور اہل اللہ جو تیرہ سو برس تک یعنی ان دنوں تک حضرت عیسیٰ کا فوت ہوجانا مانتے چلے آئے وہ سب کافر ہی ہیں۔ اور نعوذ باللہ امام مالک رضی اللہ عنہ بھی

کافر ہیں جنہوں نے کروڑہا اپنے پیروؤں کو یہی تعلیم دی اور نعوذ باللہ امام بخاری بھی کافر جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی موت کے بارے میں اپنے صحیح میں ایک خاص باب باندھا۔ ابن قیم بھی کافر جنہوں نے ان کو حضرت موسیٰ کی طرح موتی میں داخل کیا۔ اور ان بزرگوں کے مسلمان جاننے والے بھی سب کافر۔ اور معتزلہ تمام کافر جن کا مذہب ہی یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ درحقیقت فوت ہوگئے۔

اے بھلے مانس مولویو کیا تمہیں ایک دن موت نہیں آئے گی جو شوخی اور چالاکی کی راہ سے سارے جہان کو کافر بنادیا خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ جو تمہیں السلام علیکم کہے اس کو یہ مت کہو کہ لست مومنا یعنی اس کو کافر مت کہو وہ تو مسلمان ہے۔ لیکن تم نے ان کو کافر ٹھہرایا جو تمام ایمانی عقائد میں تمہارے شریک ہیں۔ اہل قبلہ ہیں اور شرک سے بیزار اور مدار نجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی جانتے ہیں اور پیروی سے منہ پھیرنے والے کو لعنتی اور جہنمی اور ناداری سمجھتے ہیں۔ اے شریر مولویو ذرہ مرنے کے بعد دیکھنا کہ اس جلد بازی کی شرارت کا تمہیں کیا پھل ملتا ہے۔ کیا تم نے ہمارا سینہ چاک کیا اور دیکھ لیا کہ اندر کفر ہے ایمان نہیں اور سینہ سیاہ ہے روشن نہیں۔ ذرہ صبر کرو اس دنیا کی عمر کچھ بہت لمبی نہیں۔

درس قرآن میں تفسیر ''بیان القرآن'' سے استفادہ

ڈاکٹر خورشید عالم تارین
مترجم قرآن ہندی

برصغیر ہندو پاک میں قرآن کریم کا درس دینے والوں نے بھی مولانا محمد علی صاحب کی ضخیم اُردو تفسیر ''بیان القرآن'' سے پورا پورا استفادہ کیا ہے۔ اصل میں یہ عالمانہ تفسیر اسی غرض سے لکھی گئی ہے کہ لوگ قرآن پاک کو خود سمجھ کر پڑھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔ کہنے کو دیوبند کے شدت پسند علماء احمدیت اور اُس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے زبردست دشمن ہیں، لیکن درس کے معاملے میں وہ بھی مولانا محمد علی کی تفسیر ''بیان القرآن'' سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ دیوبند میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی درس قرآن دیا کرتے تھے۔ بنگال کے مولانا آفتاب الدین احمد

اُن کے خاص شاگرد تھے۔ خاص اس لئے کہ وہ بی۔اے پاس تھے۔ اور پورے دیوبند میں اکیلے طالب علم تھے جو انگریزی جانتا تھے۔ قادیانی مبلغ نعمت اللہ خان کی کابل میں سنگساری کیوجہ سے مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا محمد علی کے بیچ ایک قلمی جنگ چھڑ گئی۔ مولانا شبیر عثمانی کابلی مولویوں کی اس حرکت کو قرآن وسنت کے عین مطابق قرار دیتے تھے۔ جبکہ مولانا محمد علی کا ادّعا یہ تھا کہ قرآن وحدیث ہردو سے اس فعل کی قطعاً کوئی تائیدوحمایت نہیں ہوتی۔ دونوں اطراف سے اپنے اپنے موقف کی تائیدوحمایت میں دلائل اور براہین پیش ہوتے رہے۔ لیکن بار بار کے اصرار پر بھی مولانا شبیر احمد صاحب اپنے موقف کی تائید میں قران کریم کی ایک آیت بھی پیش نہ کرسکے۔ آخر میں خاموش ہوگئے۔ مولانا آفتاب الدین احمد اس قلمی محاربے کو بڑی سنجیدگی سے دیکھ رہے تھے۔ مولانا شبیر عثمانی کی خاموشی انہیں بری طرح اکھر رہی تھی کیونکہ انہیں اس میں مولانا شبیر عثمانی کے موقف کی ہار نظر آئی۔ شاگرد اور استاد میں اس موضوع کو لیکر تکرار بھی ہوئی۔ بالآخر مولانا آفتاب دیوبند کو الوداع کہکر لاہور چلے آئے اور مولانا محمد علی کی جماعت میں شامل ہوگئے۔ اس کے بعد وہ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں انگلستان چلے گئے، اور نہایت کامیاب مبلغ ثابت ہوئے۔ مولانا آفتاب الدین احمد کا ایک بیان ’’پیغام صلح‘‘ لاہور میں چھپا ہے۔ اُس وقت مولانا شبیر احمد عثمانی زندہ ہی تھے، انہوں نے کبھی اس بیان کی تردید نہ کی۔ مولانا آفتاب کہتے ہیں کہ جب ہم کلاس میں مولانا عثمانی کا درس سنتے تو اُس میں بہت سے ایسے نکات ہوتے جو متداول تراجم اور تفاسیر میں موجود نہ ہوتے۔ اس سے ہم پر ان کی علمیت اور قرآن دانی کی دھاک بیٹھ گئی۔ ایک دن کسی کام کی وجہ سے ہم اُن کے نجی کمرہ میں چلے گئے۔ اُس وقت مولانا عثمانی اپنا لیکچر تیار کررہے تھے۔ ایک کتاب اُن کے سامنے کھلی پڑی تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ اُس کو بند کرکے دوسری کتاب کے نیچے رکھ دیا۔ جب ہم نے آگے بڑھ کر وہ کتاب باہر نکالی تو وہ لاہور کے مولانا محمد علی کی اُردو تفسیر ’’بیان القرآن‘‘ تھی۔

شروع شروع میں پاکستان کے غلام احمد پرویز صاحب بھی اپنے درس قرآن میں اسی تفسیر کو سامنے رکھ کر درس دیتے تھے۔ لیکن جب لوگوں کو پتہ چل گیا، تو ساتھ رکھنا ترک کردیا۔ محترم پرویز صاحب کا اپنا بیان ہے:

> ’’جب میں نے ’’معارف القرآن‘‘ کی طرح ڈالی تو مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا قرآن انگریزی میرے سامنے تھا۔ اسی کے مطابق آیتوں کے نمبر لگائے تھے۔‘ (معارف القرآن۔ جلد اول۔ دیباچہ)

پرویز صاحب کی تفسیر میں نوّے فیصد باتیں وہی ہیں جو پہلے سے مولانا محمد علی کے علم الکلام میں ہیں۔ لندن کے نامور مبلغ اسلام الحاج مولانا شیخ محمد طفیل مرحوم کا ایک مقالہ اخبار پیغام صلح لاہور مجریہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۵ء میں چھپا ہے۔ جس میں شیخ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ انہوں نے کراچی میں جناب پرویز صاحب کو حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر بیان القرآن سے درسِ قرآن دیتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پرویز صاحب اس بیان کے شائع ہونے کے بعد کافی سال زندہ رہے لیکن انہوں نے کبھی تردید نہ فرمائی۔

آج کل پاکستان میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے درس قرآن کا چرچا ہے۔ اُن کے متعلق خود انہیں کے استاذ المکرّم مولانا امین احسن اصلاحی کا بیان ہے کہ وہ لاہور کے مولانا محمد علی احمدی کی تفسیر سے خاصے متاثر ہیں۔ اس بات کی جھلک ڈاکٹر اسرار کے درس میں صاف نمایاں ہے۔

ایک ایساہی واقعہ خاکسارمولف کوبھی پتہ چلا۔ میں اور پروفسر نورالدین صاحب مرحوم کشمیر کے نامور مفتی اورعالم دین مولانا مفتی جلال الدین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں مولوی عبدالقدوس صاحب تشریف لائے، یہ صاحب سرکاری سکول میں اردو اورفارسی پڑھاتے تھے۔ گفتگو کا رُخ مولانا محمد علی کی شاہکار تفسیر ’’بیان القرآن‘‘

کی طرف مڑا۔ دوران گفتگو مولوی عبدالقدوس نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ درگاہ شریف حضرت بل کشمیر میں واقع ''مدینۃ العلوم'' کے سربراہ مولانا عبدالکبیر صاحب اپنا درس قرآن تیار کرنے کے لئے مولوی محمد علی لاہوری کی بیان القرآن سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ یہ تفسیر ان کے ڈیسک پر کھلی ہوتی تھی۔ مولوی عبدالقدوس نے کہا کہ میں نے مولانا عبدالکبیر سے سوال کیا کی جناب یہ تو ایک مرزائی کی تفسیر ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں! اختلافی مقامات تو بس گنے چنے ہوتے ہیں۔ ہمیں ان سے کیا لینا دینا۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ اس احمدی مفسر نے بعض ایسے نادر اور نایاب نکتے ابھارے ہیں جو ہمارے علماء کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتے۔

حق کی طرف رجوع

شاہد عزیز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی ہے کہ مسلمان اُن کے دعوی کو قبول کریں یا نہ کریں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اسلام کی جو تشریح اور تعلیمات وہ پیش کر رہے ہیں اُس کو قبول کرتے چلے جائیں گے۔ اِس کی کئی مثالیں ہیں۔

۱۹۶۲ء میں جب پاکستان کے صدر ایوب خان صاحب مرحوم نے پہلی دفعہ پاکستان میں عائلی قوانین کا نفاذ چاہا تو انہوں نے اِس کام لئے اپنے پرائیویٹ سیکریٹری نصیر احمد فاروقی صاحب کو چُنا۔ محترم فاروقی صاحب نے جو اصلاحات کیں اُن میں بہت سی جماعت میں پہلے سے رائج تھیں جیسا کہ نکاح نامہ کا تحریر کیا جانا اور اُس کا ریکارڈ ہونا۔ آج تک علماء اُن کی تنسیخ کے لئے کوشاں ہیں اور اُنہیں ''مرزائی'' قوانین کہتے ہیں۔

حال ہی میں پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل نے یہ اعلان کیا ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا غلط ہے اور ایسا کرنے والے کو سزا دینی چاہیے۔ یاد رہے کہ جماعت احمدیہ لاہور سو سال سے یہی کہتی چلی آئی ہے ایک موقع پر چاہے لاکھ دفعہ طلاق کہا جائے صرف ایک ہی طلاق ہوتی ہے۔ اِس موضوع پر حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی صاحبؒ نے ایک قصہ بھی سُنایا۔ حضرت مولاناؒ اور ایک دوسرے مولوی صاحب اکٹھے بیٹھے تھے کہ ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ پچھلی رات اُس کا بیوی سے جھگڑا ہو گیا اور اُس نے غصے میں بیوی کو کہا طلاق، طلاق، طلاق۔ اب میاں بیوی شرمسار ہیں اور جاننا چاہتے ہیں کہ کیا طلاق ہو گئی اور اگر ہو گئی ہے تو کیا کریں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ طلاق ہو گئی ہے اور اب حلالہ کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ وہ بیچارہ یہ سُن کر رونے لگا۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ طلاق نہیں ہوئی لیکن مُستقبل میں اُسے محتاط رہنا چاہیے۔ اِس پر وہ دوسرے مولانا بھڑک اُٹھے اور کہنے لگے کیوں جی کسی نے آپ کے تین روپے دینے ہوں اور وہ ایک روپیہ کر کے دے یا تین اکھٹے دے دے آپ کو تو مل گئے! حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ مولانا آپ نے اسلام کو بہت آسان کر دیا ہے۔ اب ہم صبح اُٹھ کر پانچوں نمازیں پڑھ لیا کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ میاں گِن لیں پوری رکعات پڑھ لی ہیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو وہ بھی نہیں ہو سکتا! اور مزید سمجھایا کہ بات یہ ہے کہ طلاق نہ دینے کی چیز ہے اِسی لئے اِس کے دینے میں روکاوٹیں پیدا کی گئی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو پاکستان بننے کے ۷۰ سال بعد یہ بات سمجھ آ گئی ہے۔

لیکن یہ صرف ایک ہی چیز نہیں جس میں ہمارے غیر احمدی احباب حق کی طرف یعنی جماعت احمدیہ لاہور کی تشریحات کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔

پچھلے سال پاکستان میں زنا بالجبر کے ایک مقدمہ میں جج صاحب نے فیصلہ دیا کہ ڈی این اے کی شہادت قابل اعتبار نہیں اس لئے مجرم پر جنرل ضیاء الحق کے نافذ کردہ قوانین کی روشنی میں جرم ثابت نہیں ہو سکا۔ جماعت نے اُسی ہفتہ ایک خطبہ میں ثابت کیا کہ جنرل ضیاء کے قوانین اسلامی قانون کے متضاد ہیں۔ مزید یہ بھی ثابت کیا کہ ڈی این اے کسی بھی جرم کو ثابت کرنے کے لئے سب سے زیادہ قابل اعتبار شہادت ڈی این اے ہی ہے۔ کوئی دو ہفتہ پہلے حکومتِ پاکستان نے اعلان کیا کہ پارلیمان نے ایک نیا بل منظور کیا ہے جس کے تحت زنا بالجبر کا جرم ثابت کرنے کے لئے ڈی این اے کی شہادت استعمال کی جا سکتی ہے۔

حکومتوں کے علاوہ عوام خود بھی حضرت مسیح موعود کی تعلیمات کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ مولانا مودودی بھی دوسرے علماء کی طرح دُنیا کو دارالحرب اور دارالسلام میں تقسیم کرتے ہیں۔ تفہیم القران میں اُنہوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ مسلمانوں کا دارالسلام سے دارالحرب کی طرف ہجرت کرنا غیر اسلامی ہے۔ جن لوگوں ایسا

کیا اُن کے نکاح ٹوٹ گئے اور وہ اب وہ وراثت میں حصہ سے محروم ہو گئے ہیں! اِس تعلیم کو رد کرتے ہوئے عام مسلمان جوق در جوق دارالحرب مُنتقل ہو رہے ہیں۔

مولانا مودودی کہتے تھے کہ چونکہ تلوار کا جہاد فرض ہے اِس لئے اِن ممالک سے جنگ کرنا ضروری ہے گو خود وہ اِسی دالحرب کے دارالخلافہ یعنی یو ایس اے جا کر علاج بھی کرواتے رہے۔

لیکن نہ صرف اِن ملکوں میں آباد مسلمانوں نے اِن عقائد کو رد کر دیا بلکہ خود علماء نے بھی۔ یہی علماء پاکستان وغیرہ سے انگلستان کی کسی مسجد میں امامت کی نوکری کرنے کے لئے بیتاب رہتے ہیں۔ ووکنگ سے اسلام کی جو تصویر پیش کی جاتی تھی اُس کو کفر اور مرزائیت کہنے والے اب خود برطانوی فوجیوں کی دعوتیں کرتے ہیں۔ ووکنگ مسجد کی ویب سائٹ پر یہ خبر دیکھیں

http://www.shahjahanmosque.org.uk/news/shah-jahan-mosque-welcomes-royal-anglian-regiment

حضرت صاحب کو انگریزوں کا ایجنٹ کہنے والے اب خود انگریزوں کی فوج میں نوکری کر کے عراق اور افغانستان میں جا کر مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ لیکن یہ تضاد کوئی نیا نہیں۔ پہلی جنگ عظیم میں ہندوستان اور سعودی عرب کے مسلمانوں نے انگریزوں کے ساتھ مل کر ترکی پر حملہ کیا اور ترکوں کو شکست دے کر اسرائیل کے قیام میں سہولت پیدا کی۔

حضرت مسیح موعود نے تو صرف یہ کہا تھا کہ اب قلم کے جہاد کا وقت ہے تلوار کے جہاد کا نہیں اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے اُن سے جنگ کرنے کو اسلامی شرعی جہاد کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اُنہوں نے انگریزوں کی فوج میں ملازمت کر کے مسلمانوں کو قتل نہیں کیا تھا۔ دُعا ہے کہ اللہ ہمارے بھائیوں کی آنکھیں کھولے تا وہ اُس کے بھیجے ہوئے مسیح محمدی کو پہچان سکیں۔ (آمین)

عالمگیر (ذیلی) مرکز
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
پتہ برائے خط و کتابت
15 Stanley Ave,Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل: aaiiLahore@gmail.com

عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ’’اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘، ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔‘‘

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ بمطابق فرمان نبوی ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہر اس شخص کو جو لَا اِلٰهَ اِلّا اللّٰهُ مُحمَّدٌ رسولُ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد و مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ: ’’اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘‘

اِن عقائد رکھنے والی جماعت کو کافر کہنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟